Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb (MIFT)
Volume 2 Issue 1, Spring 2022
ISSN(P): 2790 8216 ISSN(E): 2790 8224
Homepage: https://journals.umt.edu.pk/index.php/mift

Article QR

بچوں کی نفسیات وعادات :سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Title: **Child Psychology and Habits: in the Light of the Biography of the Prophet (PBUH)**

Author (s): Iqra Bashir

Affiliation (s): Research Scholar, Seerah Chair University of Management and Technology.

DOI: https://doi.org/10.32350/mift.21.02

History: Received: Jan 04, 2022, Revised: Mar 7, 2022, Accepted: April 22, 2022, Available Online: June 25, 2022

Citation: Bashir, Iqra. "Child Psychology and Habits: in the Light of the Biography of the Prophet (PBUH)." *Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb* 2, no.1 (2022): 14–26. https://doi.org/10.32350/mift.21.02

Copyright: © The Authors

Licensing: This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

A publication of
Department of Islamic Thought and Civilization, School of Social Sciences and Humanities, University of Management and Technology, Lahore, Pakistan

بچوں کی نفسیات وعادات: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Child Psychology and Habits: in the Light of the Biography of the Prophet (PBUH)

Iqra Bashir

M.Phil. Scholar Seerah Chair University of Management and Technology

Abstract

Discerning psychology and habits are a fascinating subject. It is important to understand the basic human behavior and attitudes. Since, human attitude and behavior takes shape in early childhood, therefore, a special attention is paid to the positive upbringing of children. And this is only possible when we are well acquainted with the psychology and habits of children. In this regard, the prophet Muhammad (PBUH) has enlightened the ummah with the basic and fundamental psychological principles that can be abided to create a positive attitude in children. The aim of this research paper is to discuss and analyze these principles.

Keywords: Child Psychology, Qur'an, *Sunnah*, *Seerah,* Psychological principles

۱. تمہید

نفسیات وعادات کو پہچاننا ایک دل چسپ مضمون ہے۔ انسان کے بنیادی رویے اور طرز عمل کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ چونکہ انسانی رویہ اور طرز عمل ابتدائی بچپن میں ہی شکل اختیار کرلیتا ہے، اس لیے بچوں کی مثبت پرورش پر خصوصی توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم بچوں کی نفسیات وعادات سے اچھی طرح واقف ہوں، اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ان بنیادی نفسیاتی اصولوں سے روشناس کرایا ہے، جن پر عمل کرکے بچوں میں درست رویہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔[۱] اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں لقمان حکیم کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بالله ان الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾[۲] "اور جب کہ لقمان نے نصیحت کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ میرے پیارے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا ظلم ہے"۔ اس کے بعد اللہ تعالی نے لقمان کی نصیحت کے الفاظ کو یوں بیان فرمایا ہے: يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّ الشرك لَظُلْمٌ عَظِيم "اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے

یعنی اللہ تعالیٰ الہ سمجھنے میں کسی دوسرے کو شریک کرنا، اور اللہ کے علاوہ کسی اوریا آنکھوں سے پوشیدہ لوگوں سے دعائیں کرنا، ان کو پکارنا اور ان سے استغاثہ کرنا شرک میں آتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے: الدُّعَاءُ هُوَ العِبَادَةِ۔[۳] "یعنی دعا ہی عبادت ہے کہہ کر اسی حقیقت کی طرف

---

[۱] برجس، یونیوسٹی آف ملاکنڈ، جلد ۴ شمارہ ۲ جولائی، دسمبر ۲۰۱۷ء، ص ۶۱

[۲] لقمان: ۳۱: ۱۳

[۳] ترمذی، **سنن الترمذی** (مصر: مكتبۃ مصطفی، ۱۹۷۵ء)، رقم: ۳۳۷۲۔

اشارہ فرمایا ہے۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی: الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يلبسوا إِيمَانَهُم بظلم[4] "وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کیا" تو اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اس آیت کا نزول نہایت سخت اور ناگوار تھا، چنانچہ انہوں نے رسول ﷺ کے سامنے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا یا رسول ﷺ آپ کی مراد سے ہم ناواقف ہیں آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ ہم میں سے کون ہے جو اپنے آپ پر ظلم نہ کرتا، تو اس کے جواب میں رسولِ دوجہاں ﷺ نے فرمایا: (ظلم) سے مراد تو فقط شرک ہی ہے، کیا تم نے لقمان کا وہ قول نہیں سنا جس میں وہ اپنے بیٹے کو مخاطب کرکے کہتے ہیں: اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے"۔ وَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ[5] "ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے بوجھ پر بوجھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تم میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کرو، تمہیں میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے" تو ماں اپنے بچے کو کس قدر مشقت کے ساتھ اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے، جب کہ باپ بچے کے تمام اخراجات برداشت کرنے کی ذمہ داری کو نبھانے میں ہر ممکن کوشش کرڈالتا ہے۔ اس وجہ سے والدین کا اپنے بچے پر یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے ساتھ اپنے محسن والدین کے احسانات کا بھی شکر گذار ہو۔

> وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (سورہ لقمان)
>
> "اور اگر وہ دونوں تم سے اس بات پر جھگڑا کریں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تمہیں علم نہ ہو تو تم ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف رجوع کئے ہوئے ہیں، تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے، تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کروں گا"

یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی بات نہ مانے اس بات کی تائید تو نبی ﷺ کے ارشاد سے بھی ہوتی ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے[6] "جس کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو اس میں کسی شخص کی بھی اطاعت جائز نہیں ہے، کیونکہ اطاعت و فرمانبرداری تو صرف نیکی کے کاموں میں ہی ہونی چاہئے"۔ يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ "اور اگر وہ دونوں تم پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تم میرے ساتھ شریک کرو جس کا تمہیں علم نہ ہو تو تم ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کروں گا"

أَيْ : إِنَّ الْمَظْلَمَةَ أَوِ الْخَطِيئَةَ لَوْ كَانَتْ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَحْضَرَهَا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ وَجَازَى عَلَيْهَا إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ وَإِنَّ شَرًّا فَشَرٌّ "یعنی کوئی ظلم وزیادتی یا گناہ ولغزش خواہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ

---

[4] سورہ انعام: ۸۲۔

[5] لقمان ۱۴:۳۱-۱۹۔

[6] البخاری، **الجامع الصحیح**، رقم: ۷۲۵۷۔

ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جس وقت عدل وانصاف کے ترازو قائم کریں گے اس کو حاضر کریں گے، پھر قوانین عدل کے عین مطابق جزا و سزا کا اہتمام فرمائیں گے "يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ" اے میرے بیٹے نماز قائم کرو"۔ اقامت نماز سے مراد نماز کے ارکان وواجبات کو پورے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ "اور نیکی کا حکم دو، اور برائی سے روکو"۔ اس کا حکیمانہ انداز میں نہایت پیار اور نرمی کے ساتھ سَرانجام دینا ضروری ہے۔ "وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ" اور جو مصیبت تمہیں پہنچے اس پر صبر کرو"

لقمان حکیم نے اس وصیّت سے پہلے اپنے بیٹے کو چونکہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی ہدایت کی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا بھی بخوبی علم رکھتے تھے کہ جو شخص بھی نیکی کو پھیلانے کے لئے جدوجہد کرے گا، یا برائی کے خلاف بر سرپیکار رہے گا اس کو مصائب وآلام سے ہر صورت میں نبرد آزما ہونا ہی پڑے گا، انہوں نے بیٹے کو متعدد نصائح کی اس راہ حق میں جن جن آزمائشوں سے انکا واسطہ پڑ سکتا تھا جو معاملات راہ حق میں پیش آتے ہیں جنکا سامنا ہر متلاشی حق کو کرنا پڑتا ہے اسپر صبر کی بھی تلقین فرمائی نبی ﷺ کا بھی اس سلسلہ میں ارشاد ہے "اَلْمُؤْمِنُ اَلَّذِي يُخَالِطُ اَلنَّاسَ, وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنْ اَلَّذِي لَا يُخَالِطُ اَلنَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ أَخْرَجَهُ اِبْنُ مَاجَهْ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ [ے] "وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی جانب سے پہنچنے والی تکالیف وپریشانیوں پر شور وشرابا کے بجائے صبر وتحمّل کا مظاہرہ کرتا ہے وہ اس مومن سے بہتر ہے جو لوگوں سے خلوت اختیار کرلیتا ہے اور ان کی جانب سے پہنچنے والے رنج وتکالیف پر صبر وتحمل کا مظاہرہ نہیں کرتا" اس کے بعد مزید نصیحت فرماتے ہیں کہ "وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ "لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا" یہی تعلیمات نبی کریم ﷺ کی شریعت سے بھی ملتی ہے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: " تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ" ترجمہ: تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرادینا بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہی ہے۔ خندہ پیشانی سے مسکرا کر ملنا نبی ﷺ نے صدقہ قرار دیا مزید بیٹے کو آگے نصیحت فرماتے ہوئے کہا "وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا" اور زمین پر اترا کر نہ چلو۔

یعنی اتراتے ہوئے اکڑتے ہوئے حق سے منہ پھیر کر اعراض کرکے زمین پر مت چلو، اس قسم کا طرز عمل اختیار کرنے سے تمہیں باز رہنا چاہیئے، کیونکہ اگر تم اس قسم کے رویّہ سے باز نہیں آوگے تو یہ تمہارے لئے اللہ تعالی کی ناپسندیدگی ونفرت کا باعث بن جائے گا، اس قسم کے طرزِ عمل میں پائی جانے والی برائیوں اور قباحتوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھنے کی مزید تاکید کے لئے لقمان حکیم نے ساتھ ہی فرمایا: إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ "بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے اور اترانے والے کو کبھی پسند نہیں کرتا"۔ تکبر سے بچنے کا حکم نھی ارشاد فرمایا کیونکہ اللہ پاک تکبر کو پسند نہیں فرماتے امام حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے معانی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مختال" سے مراد ہر وہ شخص ہے جو غرور، تکبر اور اکڑ والی بیماری میں مبتلاء ہو۔ اور (فخور) ایسے شخص کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو دوسروں پر فخر میں فوقیت وفضیلت دیتا ہو۔ آگے بہت اعلیٰ انداز میں قیمتی نصیحت فرمائی "وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ" اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو" یعنی چلتے ہوئے میانہ اور پست انداز کی ایسی رفتار اختیار کیجئے جس میں قدم نہ تو آہستہ آہستہ، رُک رک کر اٹھ رہے ہوں اور نہ ہی ان کے اٹھنے میں ضرورت سے زیادہ عجلت وتیزی کا مظاہرہ کیا جارہا ہو، بلکہ اس میں حد درجہ توازن واعتدال ہونا چاہئے۔ مزید آواز کے متعلق فرمایا۔ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ "اور اپنی آواز کو پست رکھو"۔

[ے] ترمذی، **سنن الترمذی**، ۲۵۱۶۔

یعنی گفتگو کرتے وقت مبالغہ آرائی سے کام مت لو، اور بلاضرورت اکڑ اکڑ کر باتیں نہ کرو، اس کردار کی برائی وقباحت کو بیان کرنے کے لئے لقمان علیہ السلام نے مزید کہا: إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ "بے شک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور بری آواز گدھے کی آواز ہے"۔ اس کے علاوہ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے اس ارشادات گرامی بھی نہایت واضح ہیں: لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ، الَّذِي يَعُودُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِي قَيْئِهِ۔[۸] "ہم مسلمان بری مثالوں کے مصداق نہیں ہیں، اپنے ہبہ کی طرف لوٹنے والا یعنی عطا کر کے واپس لینے والا بالکل اس کتّے کی طرح ہے جو اپنی قے کی طرف لوٹتا ہے (یعنی قے کرنے کے بعد اسے چاٹتا ہے)۔ إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ، فَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحَمِيرِ فَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا [۹] "جب مرغ کی بانگ سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہے اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو

۲. مذکورہ آیات سے چند اہم مسائل کا استنباط

ا۔ والد کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنے بیٹے کو ایسی نصیحتوں سے نوازتا رہے جو اس کے لئے دنیا وآخرت میں نفع بخش، سودمند اور کارآمد ثابت ہوسکتی ہوں۔ ۲۔ نصیحت کی ابتدا توحید پر قائم رہنے کی تلقین اور شرک سے بچنے کی تنبیہ سے ہونی چاہیے، کیونکہ اللہ کے ساتھ شرک اتنا بڑا ظلم ہے کہ وہ تمام اعمال کو غارت کر کے رکھ دیتا ہے۔ ۳۔ اللہ رب العزّت کی عطا کی ہوئی نعمتوں پر جس طرح اس کا شکر ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح والدین کے احسانات پر خوشگوار تعلّقات کو قائم ودائم رکھنا بھی ضروری ہے۔ ۴۔ اہم بات کہ سرورِ دوعالم ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی کی روشنی میں والدین کی اطاعت وفرمانبرداری ہر اس کام میں واجب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا احتمال نہ ہو۔ ۵۔ توحید پرست اہل ایمان کے طریقہ کی پیروی ضروری ہے، جب کہ بدعتیوں کے آثار اور ان کے طور طریقوں کی اتباع ناجائز وحرام ہے۔ ۶۔ پوشیدہ اور ظاہر، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ نیکی چاہے کتنی معمولی ہی کیوں نہ ہو اسے کسی صورت میں بھی ہلکا خیال کر کے چھوڑنا نہیں چاہیے، اسی طرح کسی برائی کو چھوٹی برائی تصوّر کر کے اس کے اجتناب سے کوتاہی ہرگز نہیں برتنی چاہیے۔ ۷۔ نماز کو مکمّل یکسوئی کے ساتھ اس کے جملہ ارکان وواجبات سمیت ادا کرنا چاہیے۔

۸۔ دوسروں کو نیکی کی دعوت دینے اور انہیں برائی سے باز رکھنے کی کوشش نہایت ضروری ہے، اس کام کو جس قدر بھی علمی روشنی کی مدد سے اور لطف وپیار سے انجام دیا جائے گا اتنا ہی بہتر ہوگا۔ ۹۔ نیکی کا پرچار کرنے اور برائی سے دوسروں کو باز رکھنے والے شخص کو اپنے اس راستے میں جس قدر بھی نامساعد حالات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے اسے اس پر صبر کرنا چاہیے، اور یہ بات یقیناً عزیمت کے کاموں میں سے ہے۔ ۱۰۔ چال میں تکبّر، فخر اور غرور کے انداز کو اختیار کرنا حرام ہے۔ ۱۱۔ رفتار میں اعتدال ومیانہ روی کا پایا جانا ضروری ہے، کیونکہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے رفتار نہ تو بہت زیادہ تیز ہونی چاہیے اور نہ ہی اسے حد درجہ سست روی کی وجہ سے مریل بنا دینا چاہیے۔ ۱۲۔ ضرورت سے زیادہ آواز کو بلند کرنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے، کیونکہ ایسا طرز عمل انسانوں کی عادات سے ملنے کے بجائے گدھوں کی عادات سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

[۸] البخاری، **الجامع الصحیح**، رقم: ۲۶۲۲۔

[۹] البخاری، **الجامع الصحیح**، رقم: ۳۳۰۳۔

۳۔ بچوں کی نفسیات وعادات

بچوں کی عادات وہ چیزیں ہیں جو وہ صحبتوں سے سیکھ کر فالو کرنے لگتے ہیں اور بچوں کی نفسیات سے مراد بچوں کی فطرتیں ہیں جو ان میں پیدائشی طور پر پائی جاتی ہیں، یہ فطرتیں قدرت کی عکاس ہوتی ہیں، جنہیں تبدیل کرنے کے بجائے صحیح سمت دینے کی ضرورت ہوتی ہے، کل مولود یولد علی الفطرۃ میں بھی اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ بچے خواہ امیر و غریب، مسلمان وکافر، یہود و نصاری، آتش پرست یا مجوسی جس گھرانے میں بھی پیدا ہوں ان تمام کی فطرت یکساں ہوتی ہے، ہر ایک میں وحدت الٰہہ کے ماننے کا عنصر موجزن ہوتا ہے جسے والدین، معاشرہ، اور قرب وجوار کے افراد اپنی کالی کرتوتوں کی کالی سیاہی لگا کر پراگندہ کر دیتے ہیں۔ ایک مرحلہ تک بچہ اس سے جنگ کرتا رہتا ہے مگر جب اپنا مددگار کسی کو نہیں پاتا تو بودی چھری بن جاتا ہے، حالات سے سمجھوتا کر لیتا ہے اور ناسمجھ لوگ ایسوں کو بد اخلاق بد دین اور بدکردار کا نام دیکر گزر جاتے ہیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ یہی بد اخلاق و بدکردار کہلانے والے جو فطرت کے خلاف کوئی منظر اپنے سامنے ہوتا ہوتا ہوا دیکھتا ہے مثلاً کسی کو آگ میں جھلستا اور پانی میں غرق ہوتا دیکھتا ہے تو کسی مولوی وملا سے فتوی پوچھے بغیر اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دیتا ہے اور اپنی جیسی ایک مخلوق کو بچا لیتا ہے یہ اس کی فطرت میں موجود مادہ رحم ہے جسے اللہ نے اول روز سے ڈال رکھا ہے۔ عام بول چال میں کئی جملے بچوں سے متعلق بولے جاتے ہیں مثلاً بچے پھول کی طرح ہیں، کلی کی طرح نازک ہیں، کھلی کتاب ہیں، کورا کاغذ ہیں، گیلی مٹی اور گوندے ہوئے آٹے کی طرح ہیں، یہ سارے جملے بچوں کی تربیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بنائو یا بگاڑ میں بچوں کا قصور ہر گز نہیں ہوتا بلکہ قصور انکا ہوتا ہے جو انہیں برتتے ہیں یا جن کے زیر اثر یہ بچے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں مال اور اولاد کو فتنہ کہا گیا ہے، یہ ایک لطیف اشارہ ہے جو بچوں کو مال کے بالمقابل لا کر کیا گیا ہے بچے کیا ہیں اسے سمجھنے کے لیے انسان کو مال کے متعلق غور کرنا چاہیے جس میں کئی پہلو ہیں: مال کی طلب ہر ایک کو ہوتی ہے، اور یہ طلب بڑھاپے میں بڑھ جاتی ہے، مال دنیاوی زینت ہے، مال خرچ کرنے کا جذبہ کم پایا جاتا ہے اور مال ایک طاقت ہے جسے اپنی دفاع میں خرچ کیا جاتا ہے۔ بس یہی کچھ اوصاف بچوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ہم جس قدر غور کریں گے یہ مماثلت قائم ہوتی جائے گی۔ ہر کسی کو صاحب اولاد ہونے کی تمنا ہوتی ہے، ایک اولاد پہ کوئی قانع نہیں ہوتا، بڑھاپے میں ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ بچے ان کے پاس رہیں اور زیادہ تعداد میں رہیں، مال کی طرح انہیں بچوں کو برتنے اور اس پہ حکم چلانے کا اختیار ہو کوئی ان سے یہ نہ کہے کہ یہ مال آپ کا نہیں ہے۔ جن کی اولاد نہیں وہ اپنی لاولدی فخر سے نہیں بیان کرتے، اور اپنے بچوں کو عموماً سماجی کاموں میں نہیں لگاتے۔ یہ سارے امور فتنہ سے بھی تعلق رکھتے ہیں جو اسلامی ہدایات کے خلاف جاتے ہیں۔ چنانچہ مال کے فتنہ سے بچنے کا استعمال اس کا جائز استعمال ہے، صدقات و خیرات اور زکوۃ میں اسے صرف کرنا ہے، اہل خانہ کی جائز ضروریات پہ اسے صرف کرنا ہے اور مال تو صرف اسے کہا گیا ہے جسے کھالیا پہن لیا یا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اولاد کے فتنہ سے بچنے کا ذریعہ اس کی مناسب تربیت کرنا، اس کے لیے اچھے دوست مہیا کرانا، اچھے استاد اور مربی کا انتخاب کرنا، مناسب ادارہ میں داخلہ کرانا، اور اچھے اطوار سکھانا ہے۔ کیونکہ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "اولاد وہ کتاب ہے جسے لکھتے تم ہو اور پڑھ کر تمہاری اولاد سناتی ہے" اور یہ طلب بڑھاپے میں بڑھ جاتی ہے، مال دنیاوی زینت ہے، مال

خرچ کرنے کا جذبہ کم پایا جاتا ہے اور مال ایک طاقت ہے جسے اپنی دفاع میں خرچ کیا جاتا ہے۔ بس یہی کچھ اوصاف بچوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ہم جس قدر غور کریں گے یہ مماثلت قائم ہوتی جائے گی۔

ہر کسی کو صاحب اولاد ہونے کی تمنا ہوتی ہے، ایک اولاد پہ کوئی قانع نہیں ہوتا، بڑھاپے میں ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ بچے ان کے پاس رہیں اور زیادہ تعداد میں رہیں، مال کی طرح انہیں بچوں کو برتنے اور اس پہ حکم چلانے کا اختیار ہو کوئی ان سے یہ نہ کہے کہ یہ مال آپ کا نہیں ہے۔ جن کی اولاد نہیں وہ اپنی لاولدی فخر سے نہیں بیان کرتے، اور اپنے بچوں کو عموماً سماجی کاموں میں نہیں لگاتے۔ یہ سارے امور فتنہ سے بھی تعلق رکھتے ہیں جو اسلامی ہدایات کے خلاف جاتے ہیں۔ چنانچہ مال کے فتنہ سے بچنے کا استعمال اس کا جائز استعمال ہے، صدقات وخیرات اور زکوٰۃ میں اسے صرف کرنا ہے، اہل خانہ کی جائز ضروریات پہ اسے صرف کرنا ہے اور مال تو صرف اسے کہا گیا ہے جسے کھا لیا پہن لیا یا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اولاد کے فتنہ سے بچنے کا ذریعہ اس کی مناسب تربیت کرنا، اس کے لیے اچھے دوست مہیا کرانا، اچھے استاد اور مربی کا انتخاب کرنا، مناسب ادارہ میں داخلہ کرانا، اور اچھے اطوار سکھانا ہے۔ کیونکہ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "اولاد وہ کتاب ہے جسے لکھتے تم ہو اور پڑھ کر تمہاری اولاد سناتی ہے" بچوں کی صحیح سمت میں تربیت کیلیے کے لیے ان کی نفسیات کو سمجھنا نہایت ضروری ہے، اور اس کے لیے بنیادی شرط بچوں سے قربت ہے اور اس قربت کے ساتھ ساتھ ان سے بے پناہ لگاؤ بھی ہے۔

۴۔ محسنِ انسانیت ﷺ کی بچوں کو اہم نصیحتیں

امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حسن حدیث نقل کی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سرور کائنات ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا کہ آپ نے مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: "اے بچے! میں تمہیں کام کی چند باتیں سکھاتا ہوں:

۱۔ **احْفَظْ اللَّهَ يَحْفَظْكَ**۔ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاؤ اور اس کے منع کردہ کاموں کے ارتکاب سے بچو تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں تمہارا ہر طرح سے خیال رکھے گا۔ ۲۔ **احْفَظْ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ** یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کی حفاظت اور اس کے عائد کردہ حقوق کی ادائیگی کا پورا خیال رکھو تو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی اصلاح فرمائے گا۔ ۳۔ **إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلْ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ**۔[۱۰] جب تم کچھ مانگنا چاہو تو بس اللہ ہی سے مانگو، اور جب تم مدد طلب کرو تو صرف اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ جب تمہیں دنیا وآخرت کے کاموں میں سے کسی کام سے متعلق مدد درکار ہو تو اس کے لئے تمہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے اپنے ہاتھوں کو پھیلانا چاہیے۔ اور خاص طور پر ایسے کاموں کے لئے تو صرف اور صرف اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے جن میں اس کے سوا کوئی بھی تعاون ومدد کرنے کی طاقت وقدرت نہیں رکھتا۔

۴۔" **وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ**" اور اچھی طرح جان لو کہ اگر امّت کے تمام افراد اکٹھے ہو کر تجھے

---

[۱۰] ترمذی، **سنن الترمذی**، ۲۵۱۶۔

کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں تو تجھے صرف اسی چیز کا ہی فائدہ پہنچا سکیں گے جس کو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے پہلے سے لکھ رہا ہے۔ اور اگر وہ سارے تجھے کسی نقصان سے دوچار کرنے پر مل جائیں تو وہ تجھے صرف اسی چیز میں ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے پہلے سے مقدّر کر رکھا ہے۔

۵۔ رُفِعَتْ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتْ الصُّحُفُ "قلم اٹھالئے گئے ہیں اور اوراق خشک ہو چکے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ "توکل علی اللہ" کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ انسان صرف یہ سوچ کر ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے کہ چونکہ ہر آدمی کا مقدر تو روزِ اوّل سے ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے لکھا جا چکا ہے۔ اور اب جبکہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا بھی کوئی امکان نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سامنے تسلیم و رضا کا پیکر بن جائے اور اپنے حالات کو مادّی اسباب کے ذریعہ درست کرنے کے بجائے صرف اعتمادِ الٰہی کی بنیاد پر اپنی ہر قسم کی جدوجہد سے کنارہ کشی اختیار کر لے، بلکہ "توکل علی اللہ" کا مفہوم تو یہ ہے کہ ظاہری ومادی اسباب کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات بزرگ وبرتر پر اپنے اعتماد و بھروسہ کا بھرپور اظہار کیا جائے، کیونکہ سرور دو عالم ﷺ نے ایک اونٹنی کے مالک سے ارشاد فرمایا تھا: (اِعقلها وَتوکّل) یعنی پہلے اس کے زانو کو باندھو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا اظہار کرو"۔

۶۔ تعرَّفْ إلى اللهِ في الرَّخاءِ يَعْرِفْكَ في الشِّدَّةِ۔[12] یعنی اگر خوش حالی وآسودگی کے ایّام میں تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بندوں کے حقوق کو بھی پورا کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کی راہیں ایسے وقت میں وا فرمائے گا جب تم ہر طرف سے بدحالی ودرماندگی میں گھر چکے ہو۔ ۷۔ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ اور خوب جان لو کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں محروم کر دیا ہے وہ چیز تمہیں کسی صورت بھی حاصل نہیں ہو سکے گی۔ اور اگر وہ تمہیں کسی چیز سے بہرہ مند کرنے کا ارادہ کر چکا ہے تو اس چیز کے تمہارے پاس پہنچنے میں کوئی شخص بھی کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرنے کی قطعاً طاقت وہمت نہیں رکھتا۔

۸۔ وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت صرف صبر وتحمل اور برداشت کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے"۔ یعنی دشمن ہو یا نفسانی خواہشات وجذبات، دونوں کا سر کچلنے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے تائید الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ صبر وتحمل اور ثبات وبرداشت ہی ہے

۹۔ وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ اور بے شک ہر تنگی کے بعد کشادگی بھی ہے۔ یعنی اس بات کا یقین کر لو کہ اگر مومن مبتلائے رنج والم ہوتا ہے تو اس کے بعد اسے مسرّت وشادمانی کا دور دیکھنا بھی ضرور نصیب ہوتا ہے۔ ۱۰۔ وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔[13] اور یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔ یعنی اگر مسلمان کو کبھی تنگی وعسرت کے ایک کٹھن مرحلہ سے گزرنا پڑتا ہے تو اسے اس کے بعد یقیناً سہولت وفراخی کے بھی کئی ایک مراحل میسّر آئیں گے۔

---

[11] ترمذی، **سنن الترمذی**، ۲۵۱۶۔

[12] البخاری، **الجامع الصحیح**، رقم: ۲۹۶۱۔

[13] ترمذی، **سنن الترمذی**، ۲۵۱۶۔

۴.۱ حدیث سے ماخوذ چند اہم فوائد

۱۔ سرور دو عالم ﷺ کی بچوں سے بے پناہ الفت ومحبت کے اظہار کا بیان، اپنے چچا زاد بھائی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سواری پر بیٹھانا اور ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے پیار بھرے انداز میں ''یا غلام'' اے بچے! کہہ کر آواز دینا۔ ۲۔ بچوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی تلقین اور اس کی نافرمانی کے ارتکاب سے بچے رہنے کی تنبیہ کرتے رہنا یقیناً ان کو دنیا وآخرت میں سعادت مندی سے بہرہ ور کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ ۳۔ اگر کوئی بندہ مومن آسودگی وفراخی، صحت وتندرستی اور تونگری وخوشحالی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق وفرائض کی ادائیگی کا خیال رکھے گا تو اللہ تعالی اس کے لیے ایسے حالات میں نجات کی راہیں کھول دے گا جب وہ ہر طرف سے شدائد ومحن اور مصائب وآلام میں گھِر چکا ہو گا۔ ۴۔ والدین اور اساتذہ، دونوں کا فرض ہے کہ وہ بچوں کے دلوں میں عقیدۂ توحید کو اس طور پر راسخ ومضبوط کر دیں کہ جب بھی ان کے دل میں کسی چیز کی طلب وخواہش پیدا ہو یا ان کو کسی معاملہ میں استعانت ومدد درکار ہو تو وہ اس کے لیے صرف اور صرف رب کائنات کے حضور ہی اپنے ہاتھوں کو پھیلائیں۔ ۵۔ بچوں کے دلوں مین عقیدۂ ایمان کو بھی نہایت مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کی ضرورت ہے اس سلسلے میں یہ بات ان کے علم میں لانی چاہیے کہ ایمان بالقدر (یعنی تقدیر پر ایمان لانا چاہے وہ تقدیر انسان کے حق میں اچھی ہو یا بری) ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ ۶۔ سرور کائنات ﷺ کے ارشاد گرامی (وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا) ''یعنی خوب جان لو کہ اللہ کی تائید ونصرت صبر وتحمل کے ساتھ ہی حاصل ہو سکتی ہے، اور ہر تنگی کے بعد کشادگی ہے اور ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے'' کی روشنی میں بچوں کی تربیت ایسے طور پر ہونی چاہیے کہ وہ اپنے ہر کام کے نیک انجام سے متعلق پر امید ہوں کیونکہ اس طرح وہ صرف یہی نہیں کہ آنے والے دنوں کے خطرات کا مقابلہ نہایت شجاعت وجوانمردی اور قومی وملی بھرپور جذبوں کے ساتھ کرنے کے قابل ہو سکیں گے بلکہ ان کا وجود امّت اسلامیہ کے لئے نہایت مفید وکارآمد بھی ثابت ہو گا۔

۵. بچوں کی نفسیاتی تربیت میں ان باتوں کا خیال رکھیے

جیسے جیسے وقت اور زمانہ بدل رہے ہیں، ویسے ہی بچوں کی تربیت کے رنگ ڈھنگ بھی بدل گئے ہیں اس وجہ سے بچے اور والدین دونوں ہی اپنی اپنی جگہ پریشان نظر آتے ہیں۔ بچوں کی تربیت کے لیے پہلی درس گاہ ماں اور باپ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں کا ایک بات پہ متفق ہونا ضروری ہے اور بچوں کے سامنے سب سے پہلے تو ایک دوسرے کی عزت کرنا ضروری ہے، ایک دوسرے کی بات سننا ضروری ہے۔ بچہ سب سے زیادہ دیکھ کر سیکھ رہا ہوتا ہے۔ لہذا پہلے تو والدین اور ساتھ رہنے والوں کو، جیسے مشترکہ خاندانی نظام ہے، اپنے ہر عمل کے ساتھ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بچہ یہی سب کچھ مستقبل میں کرے گا، جو دیکھ رہا ہے۔ خواہ آپ اس کو کتنا بھی کسی بات سے کیوں نہ روک لیں، جو اس نے دیکھا ہے، وہ کرنا ناگزیر فطرت ہے۔ یوں بھی بچے کو، جس بات سے مسلسل روکا جا رہا ہوتا ہے، وہ اس کے لیے تجسس بن جاتی ہے بچوں کو خوف یا لالچ دے کر کام کرنے کی طرف آمادہ مت کریں ورنہ وہ ساری عمر خوف یا لالچ کے زیر اثر زندگی گزار دے گا، مزید دشواریوں کا شکار ہو جائے گا اور آپ کو بھی اس کا حصہ بنا لے گا۔ اس کو جو سیکھانا ہے، جو تربیت کرنی ہے، وہ یہ ہے کہ اسے جو کچھ کرنا ہے بحیثیت انسان کرنا ہی ہے اور انسان بھلائی کا کام کرتا ہے۔

اس پر اپنے کسی قسم کی غیر معقول عادات مسلط مت کریں، اس کا زمانہ دوسرا ہے اور آپ کا دوسرا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر زمانہ اپنی تہذیب ساتھ لاتا ہے اور ہمیں اسی کے مطابق تعلیم بھی دینی ہے اور تربیت بھی۔ تعلیم نے تو وقت کے ساتھ ساتھ کسی حد تک اپنے معیارات بدل لیے ہیں مگر تربیت ابھی ماضی کی پرستش میں مشغول ہے۔ تعلیم اور تربیت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ بچے کو اسکول اور ٹیوشن بھیج کر ہم اس کے تربیتی تقاضے پورے نہیں کر رہے بلکہ علمی تقاضے پورے کر رہے ہیں۔ علمی تقاضوں کی پہلی سیڑھی والدین، خاندان، دوست احباب، بچوں کے دوست، ان کے خاندان کے رویے اور اعمال ہیں، جو بچہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ کھیل کود، ملنے ملانے اور کھانے پینے کے دوران سیکھ رہا ہوتا ہے۔ جب بچہ بڑا ہو رہا ہوتا ہے تو ہم اسے ڈراتے ہیں، سو جاؤ، بلی آجائے گی، جن آجائے گا یا اس کو کسی چیز کا لالچ دیتے ہیں اور یوں اس کے ذہن میں کچھ کرنے کے لیے ڈر نا یا لالچ جگہ بنا لیتے ہیں۔ اس طرح بچے نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اس کا اعتماد اس کی اپنی ذات پہ بحال کرنا تربیت کا سب سے اہم نکتہ ہے۔ ذات پہ اعتبار تب آتا ہے، جب وہ اپنے کام آپ کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ بڑا ہونے لگے تو اس سے وہ کام، جو وہ کر سکتا ہے کروائیں تاکہ وہ خود مختار ہونا سیکھے اور یوں اس کا اپنی صلاحیتوں پہ اعتماد بڑھنے لگتا ہے۔ وہ جتنا جلد خود مختار اور پر اعتماد ہو گا، اتنا ہی جلد اور بہتر عملی زندگی میں شامل ہونے کے قابل ہو جائے گا۔ لیکن ہم اپنے بچوں سے ان کا اپنا کام کروانا بھی شاید چائلڈ لیبر سمجھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ خود اس کے سب کام کر کے دیں۔ اس طرح وہ عمر بھر یہی توقع کرتا رہتا ہے کہ اس کے کام دوسرے کریں۔ کچھ والدین تو انہیں اپنی ذات کے گرد اتنا محو کر لیتے ہیں کہ اس کا اعتماد عمر بھر انسانوں سے اٹھ جاتا ہے۔

بچہ جب بڑا ہو رہا ہوتا ہے تو گھر میں چیزوں کو بکھیرنا اور غلطیاں کرنا ایک عام سی بات ہے مگر ہم اسے مار کر یا ڈانٹ کر منع کر دیتے ہیں۔ خوف سے وہ سہم تو جاتا ہے مگر غلطی کرنا اس کی جبلت ہے، موقع ملتے ہی وہ غلطیاں کرنے لگتا ہے۔ کسی کے گھر جا کر یا اسکول جا کر، تب ہمیں ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور نتیجتاً ہم اس پہ مزید سختی کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ وہ گھر میں غلطیاں نہیں کرے گا تو باہر کرے گا۔ کیونکہ اس نے عملی زندگی کو غلطیوں سے ہی سیکھنا ہے۔ اس کو گھر میں غلطی کرنے دیں اور اس کا نتیجہ جب سامنے آتا ہے، اول تو وہ اسی سے سیکھ جاتا ہے کہ اب اسے یہ کام نہیں کرنا۔ تب اگر آپ اس کو سمجھا دیں کہ دیکھا ایسا کرنے سے یہ ہو گیا تو وہ خود محتاط ہو جائے گا۔

بچے کو اجنبی جگہوں پہ لے کر جائیں، اجنبی لوگوں سے ملاقات کروائیں تاکہ اسے جگہ کے بدلنے اور نئے لوگوں سے مانوس ہونا اور انہیں قبول کرنا آئے۔ لوگوں اور خصوصاً اجنبی اور نئے افراد کے سامنے اس کی رہنمائی کم سے کم کریں۔ ہم یہی سب سے زیادہ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو بتا سکیں کہ ہمارے بچے ہمارے کتنے کنٹرول میں ہیں۔ مگر مستقبل قریب اس کا پردہ فاش کر دیتا ہے۔ جونہی بچہ ذرا طاقتور ہوتا ہے تو وہ کسی بھی صورت اس کنٹرول سے بغاوت کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس کی عزت نفس مجروح ہو رہی ہوتی ہے جب کہ ہم سمجھتے ہیں کہ بچے کی عزت نفس ہوتی ہی نہیں ہے۔ بچے کو ممکن اور ضروری حد تک آزادی دیں کیونکہ سیکھنے کا عمل آزادی کا تقاضا کرتا ہے۔ بچے کا جسم کھیل کود یا اچھلنے کودنے کا تقاضا کرتا ہے، جو اس کی ذہنی و جسمانی نشوونما کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اس کے ساتھ کھیلوں میں شمولیت کریں۔ اس کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ والدین اس کے کھیل کود کا حصہ بنیں۔ آج کے دور کی بات کی جائے تو اب کارٹون برائے کارٹون کا دور ختم ہو چکا ہے۔ کارٹون کہانیوں میں سب رشتے ہوتے ہیں، جو بہت آئیڈیل صورت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اس لیے وہ اپنے والدین اور دوسرے رشتوں کو بھی اس آئیڈیل صورت میں دیکھنا چاہتا ہے، جب نہیں دیکھتا تو اس آئیڈیل کے قریب، جو بھی شخصیت لگتی ہے، اس کا جھکاؤ اس کی طرف ہو جاتا ہے۔ اس لیے اپنے بچے کے

آئیڈیل کو کم از کم سمجھنے کی کوشش ضرور کریں۔ جب آپ بچے سے بات کریں گے، ڈائیلاگ کریں گے، اسے وقت دیں گے تو وہ اپنے تصور کی تصویر آپ کے سامنے خود بنادے گا۔ لیکن اس سب کے لئے آپ کو وقتی طور پہ اس کے ذہنی معیار تک آنا ہو گا یعنی وقتی طور پہ بچہ بننا ہو گا۔

بچے میں قوت برداشت پیدا کریں۔ جب ہم بات کر رہے ہوتے ہیں اور اچانک بچہ آجائے تو ہم اپنی بات چھوڑ کر اس کی سننے لگتے ہیں۔ ہمیں چاہیے ہم اسے کہیں کہ پہلے ہم بات مکمل کر لیں تو آپ کیجیے گا۔ یوں اس میں تہذیب گفتگو پروان چڑھتی ہے اور قوت برداشت بھی پیدا ہوتی ہے۔

لڑکے اتنی سست روی سے بڑے ہوتے ہیں کہ بچپن کا عرصہ لڑکیوں کے مقابلے میں زیادہ لاڈپیار حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو سماجی ہے لیکن طبعی لحاظ سے بھی یہ بات اہم ہے کہ لڑکیاں جلد بڑی لگنے کی وجہ سے اچانک کم توجہی کا شکار ہو کر چڑچڑی ہونے لگتی ہیں۔ ان کے بچپن کا چڑچڑاپن توجہ کا طلب گار ہے۔ جب بچے ذرا چلنے اور بولنے کے قابل ہوتے ہیں تو چڑچڑے ہو کر ہاتھ اٹھانا ایک عام رویہ ہے، جس کو ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مارتا / مارتی ہے۔ اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ وہ مار رہے ہیں۔ وہ چونکہ ابھی روانی سے بول نہیں سکتے، تیزی سے بھاگ نہیں سکتے، گویا اپنی لسانی وجسمانی حفاظت اور دفاع نہیں کر پا رہے ہوتے تو جب وہ کسی بات سے زچ ہوتے ہیں تو یہ دفاعی ردعمل اختیار کرتے ہیں، تب ان کو توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اس موقع پہ آپ بھی اسے فوری تھپڑ مار دیں گے تو ممکن ہے آپ کے اس عمل سے وہ تشدد سیکھ لے کہ جب اس کی مرضی کے خلاف کوئی بات ہو تو وہ بھی مارنا شروع کر دے۔ کیونکہ آپ نے اپنی مرضی کے خلاف کارد عمل تشدد دکھایا ہے۔ اس لیے ان نازک مراحل سے بہت نزاکت سے گزرنا پڑتا ہے۔

سب بچے ایک جیسی توجہ کے طالب و مستحق ہوتے ہیں۔ بڑے بچے کو مسلسل بڑا اور چھوٹے کو مسلسل چھوٹا کہہ کر ان کی ذات کی نفی مت کیجیے، دونوں کو جینے کا برابر کا حق ہے، ان سے چند سال بڑا ہونے کی وجہ سے ان کا بچپن مت چھینیں۔ ماں کی گود کو تربیت کی پہلی درس گاہ کہا جاتا ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ ہمارے مشرقی معاشروں میں بیٹی کی تربیت کرتے وقت ہم سسرال کا نقشہ خود ہی اس کے ذہن میں بنا دیتے ہیں اور اس تربیت گاہ سے میکے و سسرال سب کو شکایات ہوتی ہیں۔ "سسرال جاوگی تو پتا لگے گا، تمھیں کیا پتا سسرال میں کیسے کیسے مصائب سہنا پڑتے ہیں، میں نے کیسے گزارا کیا ہے یہاں؟" یہ وہ روایتی جملے ہیں، جن کو سسرال اور شادی کی تربیت کے لیے ہر لڑکی کو تو اپنی اوائل عمری سے ہی سننے پڑتے ہیں۔ نفسیاتی اعتبار سے یہ خوف کے سائے تلے ایک مجبور اور نفسیاتی بیمار زندگی گزارنے کی تیاری کا عمل ہے۔ لہذا یہاں سے ایک نفسیاتی بیمار سماج کا آغاز ہوتا ہے اور پھر یہ لڑکی ایک ڈری سہمی نسل کی سربراہ بن جاتی ہے۔ گویا شادی سے پہلے ہی بلکہ اس کی بلوغت سے پہلے ہی اس کو سسرال اور دوزخ کا منظر نامہ ایک جیسا بتایا جاتا ہے۔ لہذا شادی کے فوری بعد وہ بنا سوچے سمجھے دوزخ کی آگ سے بچاو کے اقدامات کرنے لگتی ہے۔ اتنے میں وہ بچے کی ماں بن جاتی ہے۔ اب اس کے ڈر خوف والی نفسیات کا ایک چھپا ہوا پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بھی اس آگ سے بچانے کی کوششوں میں اپنا حال خراب کر لیتی ہے اور کوشش کرتی ہے کہ بچوں کا ناطہ ننیھال سے قریب ہو۔ یوں چاند ماموں بن جاتا ہے اور شاید چاندنی خالہ۔ ایسا مت کریں بلکہ بچے کو سسرال اور شوہر کا اچھا نقشہ دیں، خواب بھی مت دیں لیکن دوزخ بھی نہیں۔

آپ نے اگر بچی کی تربیت اچھی کی ہے تو اسے اپنے گھر کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے دیں۔ نئی جگہ، نیا ماحول، نئے لوگوں سے مانوس ہوتے کچھ وقت لگتا ہے۔ اگر یہ تربیت کا حصہ رہا ہو تو وہ جلد گھل مل کر اس ماحول کو قبول کرنے لگتی ہے۔ اس طرح ایک مطمئن لڑکی ایک تربیت یافتہ نسل

پیدا کرنے میں کامیاب ہوتی ہے۔نوٹ- بچوں کی نفسیات "ڈاکٹر عبد الرؤف کی تحریر کردہ کتاب ہے۔جس میں بچوں کی نفسیات کو سمجھنے کے لیے بہترین طریقے بتائے گئے ہیں۔بچوں کی صحیح رہنمائی، صحیح تربیت کرنے کے لیے ان کی نفسیات سے واقف ہونا بے حد ضروری ہے۔اس کتاب کے مطالعے سے قاری نہ صرف بچوں کی نفسیات کو سمجھیں گے بلکہ جدید تعلیمی نفسیات سے بھی واقف ہو جائیں گے۔

۶. بچوں کی تربیت کے نفسیاتی اصول

ا۔پر تپاک استقبال کرنا (۲)صحبت صالح (۳)بچوں کا دل خوش کرنا (۴)بچوں کو اہمیت دینا (۵)بچوں کو چومنا

(۶)بچے کے سر پر دستِ شفقت پھیرنا (۷)بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور دل لگی کرنا (۸)بچوں کو کچھ نہ کچھ تحفہ دینا

(۹) بچوں کے ساتھ کھیل کود (۱۰)بچوں میں مقابلہ کروانا اور انعام سے نوازنا (۱۱)لڑکیوں کو بھی لڑکوں کے برابر توجہ دینا

لڑکیوں کی پرورش پر زیادہ اجر وثواب ملتا ہے۔ (۱۲)تمام اولاد میں برابری سے کام لینا: آپ ﷺ نے اولاد کے معاملے میں برابری نہ کرنے کو ظلم قرار دیا ہے

واضح رہے کہ "تمام اولاد میں برابری کرنا" ان کی تربیت کے حوالے سے ایک اہم بنیادی چیز ہے، اولاد میں سے کسی کو نوازنا اور کسی کو بالکل محروم کرنا یا کم دینا جائز نہیں اگر اولاد میں برابری سے کام نہ لیا جائے تو اس کئی خرابیاں جنم لیں گی۔

ا۔اولاد میں باہمی دشمنی پیدا ہو گی ۲۔نوازنے جانے والے میں تکبر اور احساسِ برتری پیدا ہو گا ۳۔محروم ہونے والے میں احساسِ کمتری پیدا ہو گا

۴۔ محروم ہونے والے میں والدین سے بغض پیدا ہو گا۔مذکورہ خرابیوں کے سدِباب کے حوالے سے آپ ﷺ نے اولاد میں امتیاز کو روا نہیں رکھا ہے حضور نبی کریم ﷺ نے مختلف مراحل کے بچوں کیلیے تربیت وشفقت کے مختلف انداز جن کو فضیلت شیخ جمال عبد الرحمٰن نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے میں اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔پشت پدر سے لے کر چار سال کی عمر تک کے بچوں کی تربیت کی طرف جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی کی ہے. اس میں چالیس مضمون بنتے ہیں. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پشت پدر میں ہونے والے بچوں کے لیے دعا کرنا، رحم مادر میں ہوتے ہوئے بھی دعائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باحفاظت ولادت کے لیے دعائیں کرنا۔ساقط ہونے والے بچے کا اللہ تعالی کے ہاں مرتبہ بیان کرنا۔نومولود کے دائیں کان میں اذان دینا۔نومولود بچے کی مبارک دینا۔نومولود کو کھجور چبا کر کھلانا اور برکت کی دعا کرنا، یہ تربیت کا حصہ ہے۔ والدین کا اللہ تعالی کے اس انعام پر شکر ادا کرنا۔نومولود بھی وراثت کا مستحق ہو گا۔نومولود کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا۔ولد زنا کے لیے بھی شفقت کرنا۔بچوں کا عقیقہ کرنا۔تقریبات میں جاہلانہ رسومات کی تردید کرنا تاکہ بچوں کی تربیت خراب نہ ہو۔عمدہ نام رکھنا۔برے نام رکھنے کی ممانعت کرنا۔ساتویں دن نومولود کا سر منڈوانا۔بال کٹانے میں قضا کی ممانعت اس سے کفار سے مشابہت ہوتی ہے۔بچوں سے خوش طبعی کرنا۔والد کی کنیت بچے کے نام پر رکھنا اس سے بچہ اپنی عزت محسوس کرتا ہے۔ختنا کرنا۔بچوں گود اور ران پر بٹھانا۔بچوں کی وفات پر افسوس اور لواحقین سے تعزیت کرنا۔بچوں کی نماز جنازہ پڑھنا۔بچوں کی وفات پر راضی بارضا والدین کے لیے بچے کی سفارش کرنا۔بچے کے رونے پر نماز میں تخفیف کر دینا۔بچوں کی کنیت سے بلانا بچوں کو کنیت سے بلانا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچے اور خادم کو اچھے انداز سے بلانا۔نماز کے دوران میں بچہ کو اٹھانا۔بچے کو کلمہ توحید سکھانے کا حکم دینا۔بچوں کو گرتا دیکھ کر خطبہ کے دوران میں ممبر سے نیچے اترنا۔بچوں سے خوش طبعی کرنا۔بچوں کے بال کٹوانے پر توجہ دینا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے بال کٹوانے کی خود نگرانی کرنا۔بچوں کو کندھے یا. سواری پر ساتھ میں بٹھالینا۔لاپتہ بچے کی تلاش کرنا۔بچوں کو اداب لباس سکھانا۔بچوں کو بوسہ

دے کر شفقت کا اظہار کرنا۔ بچوں سے خوش طبعی کرنا۔ بچوں کو تحفے دینا اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے سچ بولنے, سچ سے بچنے کی تاکید فرماتے۔ بچے کو اپنے ساتھ خوش طبعی کرنے کا موقع فراہم کرتے تھے۔

۷. ابتدائی اصولِ تربیت

جو چار سال سے، دس سال کے بچے کی تربیت کا حصہ بنتے ہیں. وہ کیا ہیں?. بچوں کو ان کی سمجھ کے مطابق تعلیم و نصیحت کرنا. دوران گفتگو میں دلکش الفاظ کا استعمال۔ دوران گفتگو۔ بچوں کے کھلونوں کی قدر کرنا۔ بچوں کے اجتماعی کھیل میں خلل انداز نہ ہونا۔ بچوں کے والدین سے جدا کرنے کی ممانعت۔ بچوں کو ملامت نہ کرنا۔ شفقت کے ساتھ بچوں کو اچھی عادات کی رہنمائی کرنا۔ اولاد کو بد دعا دینے کی ممانعت کرنا۔ بچوں کے حقوق میں ان کی اجازت سے تصرف کرنا تاکہ ان کے جو حقوق ہیں وہ ضائع نہ ہوں بچوں کو راز چھپانے کی تلقین کرنا کسی کے راز ظاہر نہ کریں۔ بچوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانا۔ بچوں اور بیٹیوں میں مساوات قائم کرنا۔ بچوں میں مقابلہ کروانا۔ بچوں میں مسابقت کا رجحان پیدا کرنا۔ جیتنے والے کو انعام دے کر حوصلہ افزائی کرنا۔ بچوں کو خوش رکھنا۔ یتیموں کے غم خواری کرنا۔ یتیموں پر زیادتی کرنے والے کی کے لیے وعید بیاں کرنا۔ شام کے وقت بچوں کو باہر نکلنے کی ممانعت کرنا روک دینا۔ بچوں کے لیے نظر بد کا دم کرنا۔ بچوں کو اذان اور نماز کی تعلیم دینا۔ بچوں کو اجرت وشجاعت کی تعلیم دینا جرات اور شجاعت کی تعلیم دینا۔ آئمہ کو بچوں کی وجہ سے نماز میں تخفیف کا حکم دینا۔ بچوں کا عشاء کے بعد جلدی سونا۔

۸. دس سال سے بڑی عمر والے بچوں کے لیے تربیتی اصول

بچوں کی عمر دس سال ہونے پر بستر الگ کر دینا۔ پیٹ کے بل سونے کی ممانعت۔ نگاہ نیچا رکھنے اور شرم گاہ کا تحفظ کرنے کی تلقین کرنا اسی طرح بچے کو سزا دینے کے قواعد قواعد وضوابط تیار کرنا.۔یعنی سزا دینے کے نقصانات بیان کرنا۔ سزا دینے کے اصول وضوابط قائم کرنا. اسی طرح اللہ تعالی کا واسطہ دینے والے سے سزا ساقط کر دینا۔ اسی طرح جسم کے نازک حصوں پر مارنے کی ممانعت۔ اسی طرح بے جا لاڈ کرنے کی ممانعت. ناز و نخرہ والے بچوں سے مل جل کر رہنے کے نقصانات بیان کرنا. اسی طرح بیماری میں تیارداری, دعا اور دم کرنا. اسی طرح غلطیوں کی اصلاح کرنا, اسی طرح بچو کو کام کرنے کا ڈھنگ سکھانا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو فطرتی علاج سے آگاہ فرمایا کرتے تھے. کبھی ڈانٹ لیکن پیار سے کرتے تھے. بچوں کے ساتھ. گھل مل کر بات کرنا. اسی طرح بچوں کو السلام علیکم کی تعلیم دینا. اسی طرح گھر میں داخل ہونے کے آداب سکھانا. اسی طرح بچوں کو عزیز واقارب سے ملنے کی ترغیب دینا اسی طرح بچوں کو علماء کی ہمنشینی اور ان کا احترام سکھانا اسی طرح برے لوگوں کی ہمنشینی سے ممانعت کرنا. اسی طرح بچوں کو آداب گفتگو اور بڑے بھائی کے احترام کی تعلیم دینا اسی طرح بچوں کو اجازت لینے کے آداب سکھانا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسایہ بچوں کو باہم ناراض رہنے سے منع کرنا اسی طرح ہنسی مذاق میں بھی ایک دوسرے کو ہتھیار کی دھمکی دینے کی ممانعت کرنا اسی طرح ایک دوسرے کو خوفزدہ کرنے کی ممانعت کرنا اسی طرح بچوں کی محدود سمجھ کا خیال رکھنا اسی طرح لڑکوں کو لڑکیوں کے ساتھ مماثلت اختیار کرنے سے روکنا اسی طرح بچوں کو سخت جانی، مشقت پسندی کا عادی بنانا جیسا کہ روایات میں آتا ہے دیہاتی عورت مردوں کے برابر ہوتی ہے اسی طرح لڑکیوں کا اسلام میں. مقام و مرتبہ بیان کرنا اسی طرح بچوں کی تعلیم اور اخراجات میں کوتاہی کرنے والا گنہگار ہے اس کو بیان کرنا۔ دوسروں کی تحقیر کرنے کی ممانعت کرنا۔ اوقات صبح سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فارغ وقت کو اس کرنے اور تیر اندازی سیکھنے کی

ترغیب دینا اسی طرح بچوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی صحابہ کرام کی اور تلاوت قرآن پاک کی محبت پیدا کرنا. اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا مرتبہ اہل ایمان کے دلوں میں جاگزیر فرمانا۔ بچوں میں خود اعتمادی اور خود انحصاری پیدا کرنا وغیرہ۔[۱۴]

۹. خلاصۃ البحث

یہ وہ تمام مباحث ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اولات کی نفسیاتی تربیت کیلئے اپنایا، ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بچوں کی نفسیات کا وافر علم عطا فرمایا تھا اور آپ ﷺ نے بچوں کی نفسیات کی جیسی رعایت رکھی ہے کوئی اور نہیں رکھ سکتا، آج کے اس مشینی دور میں اعصابی اور نفسیاتی بیماریاں جس تیزی کے ساتھ پروان چڑھ رہی ہے اور بچے مختلف نفسیاتی عارضوں کا شکار ہو رہے ہیں اگر ہم آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی تعلیمات کو اپنالیں تو ان مختلف عارضوں سے بچوں کی حفاظت ممکن ہو سکے گی اور ہمیں مستقبل میں ایسی نوجواں نسل ملے گی جو ذہنی طور پر بھی توانا اور تندرست ہو گی۔

کتابیات

برجس، یونیوسٹی آف ملاکنڈ، جلد ۴ شمارہ ۲ جولائی، دسمبر ۲۰۱۷ء۔

ترمذی، **سنن الترمذی** (مصر: مکتبۃ مصطفی، ۱۹۷۵ء)۔

البخاری، ابوعبد اللہ، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (مصر: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ)۔

نبی ﷺ نے مسلمان بچوں کی تربیت کیسے فرمائی (لاہور: دار الکتب السلفیہ، اردو بازار، ۲۰۰۹ء)۔

---

[۱۴] **نبی ﷺ نے مسلمان بچوں کی تربیت کیسے فرمائی** (لاہور: دار الکتب السلفیہ، اردو بازار، ۲۰۰۹ء)، ۲۳